

مولانا مفتی عبدالاحد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## خودکشی اور اس کے اسباب

### سیرت طیبہ کی روشنی میں

انسان اپنی مختصری زندگی میں مختلف قسم کے حالات اور حادثات سے نبرد آزما رہتا ہے۔ کبھی گھر کے خراب ماحول سے بد دل ہوتا ہے، کبھی اولاد کی عادات و اخلاق باعث دل آزاری ہوتا ہے، کبھی بیماری بلائے جان بنتی ہے اور کبھی خانی دسترخوان، کبھی بے روزگاری سے ٹھک آ جاتا ہے اور کبھی فراق یا رے مغموم نظر آتا ہے۔ لیکن انسانی طبیعت میں یہ جوہر و بلیت رکھا گیا ہے جس کی بنا پر وہ مشکلات کے حل کے لئے مسلسل جدوجہد کرتا ہے اور زندگی کی کشمکش کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے تدابیر کرتا ہے۔ انسانوں کی اکثریت ان منفی حالات کا مقابلہ کرتے کرتے آخر کار ان پر غالب آ جاتی ہے اور فرج و کامرانی ان کے دروازے پر دستک دینے لگتی ہے۔ ان کے مقابلے میں ایسے کم ہمت افراد بھی ہیں جو ان مسائل و مشکلات کی تاب نہیں لاسکتے اور وہ راجل کے ہر دروازے کو اپنے اوپر بند تصور کرتے ہیں اور جب ان کے سامنے اور کوئی راستہ نہیں رہتا تو اپنی زندگی ختم کرنے کو تمام مسائل و مصیبتوں کا آخری حل سمجھتے ہیں۔

خودکشی اور خودسوزی جیسے افسوس ناک واقعات مسلم معاشرے اور تمدن میں بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ سولہ یہ کہ مسلم معاشرے کی بنیاد ایمان باللہ، عقیدہ آخرت، اللہ پر نحر و سے، صبر و استقامت اور طلب و دعا پر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام نے ایسا اجتماعی نظام اور کفالت عامہ کا انتظام کیا ہے جس کی بدولت خاندان، معاشرہ، ریاست اور افراد سب ایک دوسرے کے معاون بن کر

☆ استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں، اور تقسیم دولت کا ایسا نظام قائم کیا ہے جو ان تمام انصافوں، بے اعتدالیوں اور ناہمواریوں سے پاک ہے جن کی وجہ سے دولت چند ہاتھوں میں گردش کرنے لگتی ہے اور رہنگائی و بے روزگاری زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے اور عام انسانوں کی بنیادی ضرورتیں باعزت طریقے اور جائز ذرائع سے پوری نہیں ہوتیں، اور اس کے سبب خودکشی و خودسوزی جیسے واقعات جنم لیتے ہیں۔ غیر مسلم معاشرہ ان دو بنیادی اصولوں سے محرومی کے نتیجے میں ان اخلاق سوز حرکات میں سب سے پیش پیش نظر آتا ہے۔ لیکن مسلم ممالک خصوصاً پاکستان میں حالیہ واقعات کی کثرت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ مسلمان اپنی اسلامی روایات اور احکامات سے غافل ہو چکے ہیں اور مغربی معاشرے اور طرز حکومت سے متاثر ہو کر اپنے لئے مشکلات خود پیدا کر رہے ہیں۔ اس لئے اصلاح احوال صرف اور صرف ان ہی طریقوں سے ممکن ہے جن کے ذریعے مسلمانوں نے اپنی سنہری تاریخ رقم کی۔ امام مالک فرماتے ہیں:

لا یصلح اخر هذه الامة الا بما صلح به اولها۔ (۱)

اس امت کے آخر میں آنے والوں کی اصلاح انہی طریقوں سے ممکن ہے جن سے پہلے والوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

لہذا انفرادی اور اجتماعی بگاڑ کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کے لئے مسلسل کوشش کئے بغیر صورتحال پر قابو پانا ممکن نہیں ہوگا، صرف یہی نہیں بلکہ فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کہ ہر فرد دوسرے مسلمان بھائیوں کا ذمہ دار ہے ضروری ہوگا کہ ہر فرد بقدر استطاعت اس بیماری کے سدباب کے لئے اپنی استعداد اور صلاحیتیں بروئے کار لائے، حکومت اپنے تمام ذرائع ابلاغ کو کام میں لائے، علماء، دانشور اور اہل قلم اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کریں اور مسلم معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو عام کریں اور خود بھی اس کا عملی نمونہ پیش کریں۔ سب ہم خودکشی کے اسباب کا مختصر سا جائزہ پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ سیرت طیبہ میں ان اسباب کے سدباب کے لئے کیا دستور العمل ہے اور اس پر دلائل حرکت کی کیا شرعی حیثیت ہے؟ درج ذیل سطور میں اختصار کے ساتھ ان سوالات پر بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ

## اقتصادی بد حالی اور بے روزگاری

اچھی معاشی حالت اور مالی خوشحالی ہر چھوٹے بڑے معاشرے کا سب سے پہلا مسئلہ ہوتا ہے اور چونکہ بہت سے مسائل معیشت سے وابستہ ہیں اس لئے معاشرتی بد حالی کی بنا پر بہت سی پریشانیاں اور

مشکلات جنم لیتی ہیں، خصوصاً آج کی پرتیش زندگی میں جہاں انسان بہت سی غیر ضروری اشیاء کو اپنی زندگی کا جزو لازم سمجھتا ہے اور ان کے بغیر زندگی ناقص و ادھوری تصور ہوتی ہے اور دوسری طرف بے روزگاری میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے ایسے میں معاش کا مسئلہ اور زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ اسلام اس کا کیا حل پیش کرتا ہے اور تعلیمات نبوی ﷺ کیا رہنمائی کرتی ہیں۔

### ایمان باللہ اور عقیدہ آخرت

مسلمان اللہ کی ذات پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین اس کے دل و دماغ میں رچا بسا ہے کہ ہمارا ایک ہی خالق و مالک اور ایک ہی رازق ہے، زندگی کے تشیب و فراز، منعی و مثبت حالات سب کچھ اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ جب یہ عقیدہ راسخ ہو جائے تو پھر انسان کسی مصیبت و آزمائش سے ناامید نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام حالات میں نظر صرف اللہ پر رکھتا ہے اور اس کے تمام وعدوں پر یقین کامل رکھتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ بظاہر مجبور و لاچار ہو کر بھی خدا کے محروم سے پر زندہ رہتا ہے، وہ نا کام ہو کر بھی کامیابیوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اپنی حاجتوں کے لئے اللہ کو پکارتا ہے اور اسی کو اپنی جانے پناہ سمجھتا ہے لیکن دواج ایمان سے محروم شخص اپنی مصیبت و مشکل کو اپنے وسائل اور قوتوں کے بل پر دوڑ کر نے کی کوشش کرتا ہے، اگر مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو فخر و غرور سے کہتا ہے ”میں نے ایسا کیا“۔ اور اگر مسئلہ بے گزرتا ہے تو مادہ پرستانہ نفسیات سے ناامید کر دیتی ہے۔ اب اس کے پاس ظاہری اسباب کوئی نہیں اور حقیقی اسباب پر وہ یقین نہیں رکھتا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں پڑ جاتا ہے۔

ایمان باللہ مسلمان کا وہ ہتھیار ہے جس کے ذریعے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ ممکن ہوتا ہے۔ یہ ایمان باللہ ہی کی طاقت تو تھی جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو تمام آفتوں اور مشقتوں کے باوجود ثابت قدم رکھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اُحد اُحد کہنا، (۲) حضرت خیاب بن ارت رضی اللہ عنہ کا گرم اور دیکھتے ہوئے انگاروں پر استقامت کے دامن کو تھامے رکھنا، (۳) حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا نیزے کھا کر شہید ہونا، (۴) اور ان جیسے ہزاروں واقعات اسی قوت ایمانی کا کرشمہ تھے۔

اسی طرح مسلمان کا یہ نظریہ ہے کہ اس مختصری دنیاوی زندگی کے بعد انسان دوبارہ دائمی زندگی کے لئے عالم وجود میں آکر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اور اپنے تمام اعمال کے بارے میں جوابدہ قرار

پائے گا، اس وقت ہر غیر شرعی کام انسان پر وبال جان بن کر سامنے آئے گا اور تمام کئے ہوئے اعمال حاضر کئے جائیں گے۔ جن لوگوں نے اس حیات مستعار کو حکام الہی کے مطابق گزارا ہوگا انہیں اللہ تعالیٰ دائمی نعمت و راحت والی جنت عطا فرمائے گا اور جس نے اس کے خلاف کیا ہوگا وہ آگ میں جائے گا جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس لئے مسلمان اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی ختم کرنے کو مسائل کا آخری حل نہیں تصور کرتا، بلکہ اس میں ایک دردناک اور کربناک عذاب کی تصویر دیکھتا ہے جس کا ایک کمترین لمحہ بھی دنیا کے تمام مصائب و آلام سے بڑھ کر ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ایسی موت کے بعد جس میں اللہ کی نافرمانی اور احکام شرعی کی خلاف ورزی ہو رہی ہو اس میں جہنم کی عذابیں عذاب و عذاب ہوں گی۔

درحقیقت عقیدہ آخرت اور عذاب قبر وہ اسلامی عقائد ہیں جو غیر مسلموں خصوصاً مشرکین کے عقیدہ حیات کے بالکل متضاد اور خودکشی جیسے امراض کے تدارک کی بہترین صورت ہیں۔

### صبر و شکر

یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ اللہ رب العزت ہر طریقے سے اپنے بندے کو آزمانا چاہتے ہیں۔ کبھی فقر، بے روزگاری، مرض اور نامساعد حالات کے ذریعے سے امتحان لیا جاتا ہے اور کبھی ثروت، عزت و مقام، بہترین روزگار اور موافق حالات کے ذریعے۔ بندے کو ان دو مختلف حالات میں کیا کرنا چاہیے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عجباً لامر المؤمن ان امره كله خير وليس ذلك لاحد الا  
للمؤمن ان اصابته مراء شکر فكان خيراً له واصابته ضراء  
صبر فكان خيراً له۔ (۵)

مؤمن کی عجیب شان ہے اس کی ہر حالت میں بھلائی ہے اور یہ صرف مؤمن کے لئے ہے۔ اگر اسے خوشحالی پہنچتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر اور بہتر ہے اور اگر کوئی سختی اور تکالیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر اور بھلائی کا باعث ہے۔

صبر وہ نسخہ ہے جو انسان کو بدتر حالات میں بھی سکون قلب عطا کرتا ہے اور جب صبر کرنے والوں کے اجر و ثواب اور قرب الی اللہ کا تصور کیا جائے تو حالات کا مقابلہ اور آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلْيَلْمُواكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ  
وَالْأَنْفُسِ وَالضَّمَارَاتِ وَيُبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ  
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أَلَيْكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتُ  
مِن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَهْتَدُونَ ۝ (۶)

اور البتہ ہم آ زما کیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں کے اور  
جانوں کے اور میموں کے نقصانوں سے اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو کہ جب ان  
کو مصیبت پہنچے تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے  
ہیں ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور یہی لوگ سیدھی راہ پر  
ہیں۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کسی قدر  
مصائب پہنچا کر برکات سماویہ سے مستفید کریں گے جیسے کوئی کسی قوم کو آ زما یا کرتا ہے کہ آیا یہ بلا و مصائب پر  
صبر کرتے ہیں یا نہیں اور رضا با لقصا سے آ راستہ ہیں یا اس جوہر سے خالی ہیں اس خوشخبری کی وجہ یہ ہے کہ  
مصائب کے نزول کے وقت نفس کو اطمینان رہے اور زلیا وہ پریشانی نہ ہو، مصائب اگر چہ فی نعمہ بہت سے  
ہیں لیکن جن مصائب سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بچا رکھا ہے ان کی نسبت یہ کچھ بھی نہیں۔ (۷)

امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
”قیامت کے روز جب دنیا کے مصیبت زدوں کو ثواب ملے گا تو جو لوگ آ رام یا فتنہ ہیں  
وہ تمنا کریں گے کہ کاش ہماری کھال دنیا میں قہنجی سے کاٹ دی جاتی کہ ہمیں بھی یہ  
نعمتیں ملتیں۔“ (۸)

ترمذی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ کیا تم نے میرے  
بندے کے فرزند اور لخت جگر کو لے لیا؟ فرشتے جواب دیں گے جی ہاں! فرمایا جائے گا کہ میرے بندے کا  
رد عمل کیا تھا؟ کہیں گے کہ اس نے انا اللہ پر بھی اور آپ کی حمد (تعریف) کی۔ حکم ہوگا کہ جنت میں میرے  
بندے کے لئے ایک گھر بنایا جائے جس کا نام بیت الحمد ہوگا۔ (۹)

علامہ وحید الرحمنی تفسیر منیر میں لکھتے ہیں:

”وہ ممبر جو نفس پر بہت شاق ہے اور جس پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے اس وقت ہے جبکہ مصیبت کی آگ بھڑک رہی ہو اور پریشانیوں کا هجوم ہو اس لئے کہ جب مصیبت کے شعلے ٹھنڈے ہو جائیں پھر تو ہر ایک ممبر کر سکتا ہے۔“  
حدیث میں جو فرمایا گیا ہے:

انما الصبر عند الصدمة الاولى۔ (۱۰)

اس کا یہی مفہوم ہے۔ (۱۱) یہ جاننا چاہئے کہ حادثے اور مصیبت کے وقت طبعی رنج و ملال کا ہونا انسانی فطرت ہے لیکن شکایت کا لب و لہجہ نہ پانا اور غیر شرعی کاموں سے بچنا ہی مبر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اٹکبار ہو گئیں اور فرمایا:

العین تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا

بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔ (۱۲)

آنکھ تھوکتی ہے قلب اداس ہے اور ہم (اس حال میں بھی) وہی کہتے ہیں جو اللہ کی مرضی ہو اور رائے ابراہیم ہم آپ کے فراق و جدائی میں بہت غمگین ہیں۔  
اگر ذہن میں یہ سوال آجائے کہ سختی و پریشانی، بیماری و بیماری کسی کو بھی اچھی نہیں لگتی نہ اس میں لذت ہے پھر آدنی کس طرح اسے برداشت کرے؟

حضرت مولانا تھانوی نے اس کا جواب دیا ہے کہ لذت اور چیز ہے اور رضا اور چیز، رضا کے لئے لذت کا ہونا ضروری نہیں جیسے کہ کسی کا آپریشن ہونے والا ہے کہ اس میں چیر پھاڑ ہوگی اور تکلیف ہوگی لیکن پھر بھی اس پر راضی ہے تو دیکھئے یہاں رضا تو ہے لیکن لذت نہیں ہے اس طرح بعض دفعہ حالات سے تکلیف بہت ہوتی ہے لیکن رضا پھر بھی باقی رہتی ہے۔ (۱۳)

## صبر اور تدبیر

ممبر کے یہ معنی نہیں کہ بس آدنی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے۔ علاج معالجہ بھی چھوڑ دے کمانے کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے اور اصلاح احوال کی ہر کوشش کو بے فائدہ سمجھے۔ حالات کا رخ بدلنے کے لئے

تدبیر کرنا عین حکمت اور موافق شریعت ہے۔ ہمارے یہاں ایک مسئلے سے دوسرے مسئلے اور ایک مصیبت و پریشانی سے دوسری کے جنم لینے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم حالات سے دلبرداشتہ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر کام خود بخود وقوع پذیر ہو جائے اور یہ قانون خداوندی کے خلاف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے موقع پر جب تدبیر کا وقت تھا تو دو زور ہیں پہنچے ہوئے تھے جبکہ باقی ساتھی ایک ایک زورہ میں ملبوس تھے۔ (۱۴) اور جب مبر کا موقع آتا تو بھوک کی وجہ سے دو پتھر اپنے پیٹ پر باندھ رکھتے تھے اور دوسرے ساتھی ایک (۱۵) اس لئے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مبر تدبیر کے منافی نہیں اور تدبیر میں سب سے احسن تدبیر دعا ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ روزگار کے لئے درخواست لئے دردر پھرتے ہیں اور کبھی اس رب ذوالجلال کے سامنے بجز واٹھساری کے ساتھ ہاتھ پھیلائے اور مانگنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ مراد پانے کے لئے دعا سب سے اہم چیز ہے اور نفسیاتی طور پر بھی اس سے آدمی کو بہت سکون و راحت پہنچتی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

”صحیح اور سچی کہیا یہ ہے کہ جہاں سبب اپنے امکان میں ہیں ان کے لئے محنت مزدوری

کرے اور جو قدرت سے باہر ہیں جیسے قحط وغیرہ اس کے لئے اللہ سے دعا

کرے۔“ (۱۶)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوال کرنے آیا آپ ﷺ نے پوچھا کیا تیرے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے کہا ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصہ بچھا کر اور ایک حصہ اوڑھتے ہیں اور ایک بیلا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لے کر آؤ۔ پھر صحابہ سے فرمایا یہ چیزیں کون خریدتا ہے۔ کسی نے کہا کہ میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے نیا وہ قیمت کون دے گا۔ کسی نے کہا میں دو درہم دوں گا۔ آپ نے دو درہم لے کر اس انصاری صحابیؓ کو دے کر فرمایا ایک درہم سے گھر والوں کے لئے کھانا خریدو اور ایک درہم سے کلباڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستار کا کر فرمایا: جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں جمع کرو اور بیچا کرو اور پندرہ دن تک تجھے نہ دیکھوں پندرہ دن کے بعد جب آئے تو ان کی حالت پہلے سے بہتر ہوگئی تھی۔ (۱۷)

یہ ہے حرکت میں برکت اور سعی و کوشش کا طریقہ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک سال مدینہ منورہ میں قحط پڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے ایک صحابیؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ

مال مویشی ہلاک ہو گئے اور لوگ بھوکے ہیں آپ دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ پھر انہی صحابہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ سب گھر خراب ہو گئے اور سب اموال غرق آب ہو گئے آپ دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو بارش رک گئی۔ (۱۸)

یہ ہے دعا کا نتیجہ۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حالات درست اور خوش حالی ہو تو شکر اور مشکلات میں صبر اور تدبیر سے کام لینا چاہئے۔

### کفایت شعاری اور ترک اسراف

فقرو و مجتہدین اور معاشی مددگاروں کا ایک اہم سبب بے جا اسراف اور رقاعت پسندی کا فقدان ہے۔ آج کے انسان نے بہت ساری غیر اہم اور قطعاً غیر ضروری اشیا کو بھی ضروریات زندگی میں داخل کر دیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ آمدنی اور کمائی کے نشے میں ایسا مدہوش ہو گیا ہے کہ اپنے انجام سے بھی بے خبر ہے۔ اپنی تخلیق اور حیات مستعار کا مقصد بھول بیٹھا ہے اور مال و دولت کے بارے میں اسلام کے نظریے کو فراموش کر دیا ہے۔ حالانکہ اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک مسافر کی حیثیت سے رہتا ہے اور مسافر اپنا سامان سفر کم سے کم اور ہلکے سے ہلکا رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کن فی الدنيا کما تک غریب او عابر سبیل۔ (۱۹)

دنیا میں کسی مسافر بلکہ کسی رہگذر کی طرح زندگی گزارو۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: انسان دنیا میں اُس غلام کی طرح ہے جس کے مالک نے اس کو کسی کام کے لئے دوسرے شہر بھیجا ہو، اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ جلدی جلدی معوضہ کام نمٹا کر اپنے وطن واپس لوٹتا ہے، اور معوضہ کام کے علاوہ کسی اور کام میں اپنے آپ کو مصروف نہیں کرتا۔ (۲۰)

دوسری حدیث میں باغ و بہتیاں لگانے کو اللہ کی یاد سے غافل اور دنیا میں دل لگانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے:

لا تتخذوا الضیعة لفرغوا فی الدنيا۔ (۱۲)

(ضرورت سے زیادہ) باغ و کھیت نہ بنایا کرو کہیں تم دنیا میں رغبت نہ کرنے لگو۔

ظاہر ہے کہ اس کے تحت زیادہ جائیداد سرہنفلک عمارتیں اور وسیع و عریض پلاٹ سب داخل ہیں، اور یہ سب قناعت پسندی کے خلاف ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے ایک عمارت کی چھت قبر اور گنبد بنا بنائی گئی تھی، اسے دیکھ کر استفسار فرمایا کہ یہ کس کا مکان ہے؟ جواب ملا فلاں انصاری کا۔ دوسرے دن جب وہ انصاری صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ نے وہ جوش محبت کا اظہار نہیں فرمایا جو آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔ صحابی فکر مند ہو کر ساتھیوں سے اس کی وجہ معلوم کرنے لگے، جب ان کو بتایا گیا تو جا کر اس گنبد کو زمین بوس کر دیا، کچھ دن کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر رہا تو فرمایا اس گنبد کا کیا ہوا؟ صحابہ نے پورا واقعہ آپ ﷺ کو بتایا آپ ﷺ نے فرمایا:

خبردار ضرورت کے علاوہ ہر عمارت مالک کے لئے وبال جان ہے۔ (۲۲)

اخراجات میں احتمال اور مینا نہ روی اختیار کرنے کو نصف معیشت فرمایا گیا ہے۔

الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشتہ۔ (۲۳)

خرچ کرنے میں مینا نہ روی کرنا آدھی معیشت ہے۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا۔ (۲۴)

کھاؤ اور پیو اور اسراف سے گریز کرو۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے کی تواجہت ہے لیکن بھوک سے اور ضرورت سے نیا وہ کھانا جیسا اسراف میں داخل ہے اس لئے فقہانے پیٹ بھرنے سے نامد کھانے کا جائز کھانا ہے۔ (۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من السرف ان تاکل کل ما اشتہیت۔ (۲۶)

یہ بھی اسراف ہے کہ جس چیز کی تجھے خواہش ہے وہ کھائے۔

مطلب یہ ہے کہ نفس کے ہر تقاضے کو پورا کرنا اور ہر خواہش پر ایک کہنا بھی اسراف ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہمہر کے کنارے وضو کر رہے تھے اور ضرورت سے زیادہ پانی لے رہے

تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا:

ما هذا السرف؟

یہ کیا اسراف ہے؟

حالا تکہ وضو میں استعمال شدہ پانی دوبارہ نہر میں گرتا ہے اور اس میں اسراف کا تصور نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ کہ وضو باعث ثواب اور نیک عمل ہے پھر اسراف کیسا ہوگا اس لئے حضرت سعدؓ نے عرض کیا اُفّی الوضوء اسراف؟ کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم و لو كنت على نهر جار -

جی ہاں وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے چاہے آپ بہتی ہوئی نہر کے کنارے بیٹھے ہوئے

کیوں نہ ہو۔ (۲۷)

اسراف کی ممانعت اور اسراف کرنے والوں کی مذمت بہت سی آیات و احادیث میں وارد ہے۔ جن کوطولت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔

### فقر کی فضیلت

آج کے معاشرے میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ فقر کو عیب اور باعش شرمندگی سمجھا گیا ہے۔ امیر آدمی فقیر آ میرنگاہوں سے غریب کو دیکھتا ہے اور خود غریب بھی اپنے آپ کو معاشرے کے کمتر لوگوں میں شمار کرتا ہے۔ جب مالدار کو دیکھتا ہے اس کا دل دکھتا ہے۔ جب اپنی مفلسی پر نظر ڈالتا ہے تو اسے کوفت ہوتی ہے اور وہ تمام نعمتیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا ہے یکدم ویکسر بھول جاتا ہے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا نظر احدكم الى من فضل عليه في المال و الخلق فليبتظر الى

من هو اسفل منه ممن فضل عليه۔ (۲۸)

جب کوئی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال و عیال میں اس سے بہتر ہے تو چاہئے کہ اس آدمی

کے بارے میں غور کرے جس پر یہ خود ذوقیت رکھتا ہے۔

صاحب فیض القدر مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لفظ خلق خاء کے فتح کے ساتھ لغت کے اعتبار سے چہرے کے معنی میں آتا ہے اور یہاں اس

سے مراد مال و دولت، اہل و عیال، زینت و آرائش اور ہر وہ چیز ہے جو دنیا سے متعلق ہو۔ (۲۹)  
شیخ سعدی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ دمشق کی جامع مسجد میں آجائے جبکہ میرے پاؤں میں جو تے  
نہ تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہننے کے لئے جو تے تک نہ دئے اچانک ایسے آدمی پر نظر پڑی جو  
پاؤں سے معذور تھا، فوراً اللہ کا شکر ادا کیا کہ پاؤں کی نعمت سے محروم نہیں ہوں۔ (۳۰)

یہ تصور اور طرز فکر کہ غریب آدمی معاشرے کے اندر خود کو کمتر سمجھے یا کوئی اور دوسری نظر سے اس  
کو دیکھے اسلام کی روح، ارشادات الہی اور تعلیمات نبوی ﷺ کے سراسر خلاف ہے۔ شریعت مطہرہ نے  
فضیلت و برتری کا دار و مدار تقویٰ و پرہیزگاری کو بنایا ہے نہ کہ دولت و ثروت کو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ۔ (۳۱)

اللہ کے نزدیک تم سب میں، بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَ  
أَعْمَالِكُمْ۔ (۳۲)

اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری شکل و صورت اور مال و دولت کو نہیں دیکھتا بلکہ باطنی اخلاق اور  
ظاہری اعمال کو دیکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تشریف فرما  
تھے مائے سے ایک آدمی گزرا آپ نے فرمایا: تم لوگوں کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام  
نے عرض کیا: جتنی رائے تو آپ ہی کی ہے ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ شریف خاندان کا آدمی ہے اور اس لائق  
ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو منظور کیا جائے۔ کسی کی سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ بات کرے تو غور  
سے سنی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ دوسرا آدمی گزرا پھر وہی سوال ہوا جواب ملا کہ یہ تو  
غریب آدمی ہے، اس کی شان یہ ہے کہ نکاح کا پیغام دے تو رد کر دیا جائے، سفارش کرے تو نام منظور ہو،  
بات کرے تو کوئی توجہ نہ دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس جیسے صاحب ثروت افراد سے بھر  
جائے پھر بھی یہ غریب شخص ان سے اچھا ہے۔ (۳۳)

اگر انسان ان فضائل و بیٹا رات کا تصور کرے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب یا کم مالدار  
کے لئے بیان فرمائے ہیں تو اس کو اپنی غریب پرنا آئے، یہی کیا کم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

يا معشر الفقراء الا ابشركم ان فقراء المؤمنين يدخلون الجنة

قبل اغنياءهم بنصف يوم خمسمائة عام۔ (۳۳)

اے غریبوں کی جماعت کیا تمہیں خوشخبری نہ سناؤں کہ مسلمان فقیر مالداروں سے آدھا

دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی (دنیا کے) پانچ سو سال پہلے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل خانہ سے زیادہ کون محبوب اور قابل فخر ہو سکتا ہے اس کے باوجود ازدواج مطہرات کے گھروں میں کئی مہینے گزار جاتے اور آگ جلانے کی نوبت تک نہ آتی بس کھجور اور پانی پر گزار بسر ہوتا۔ (۳۵) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ دنیا و آخرت میں غریبوں کے ساتھ رہیں۔ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے:

اللَّهُمَّ احينى مسكينا و امتنى مسكينا و احشونى فى زمره

المساكين۔ (۳۶)

اے اللہ مجھے غربت کی زندگی اور غربت کی موت عطا فرما اور قیامت میں مساکین کی

جماعت میں شامل فرما۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم لکھتے ہیں: دراصل عام طور سے ثروت گناہ و سرکشی کا سبب بنتی ہے اور غربت اللہ کی عبادت، رجوع الی اللہ اور تواضع و انکساری کا، تو بہتر یہی ہے کہ انسان مالداروں میں بہت زیادہ فراخ دلی سے کام نہ لے۔ (۳۷)

البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ یہ تمام فضائل اس مسلمان فقیر کے لئے ہیں جو تنگی اور غربت میں صبر سے کام لے اور آخرت کو مقصود بنائے، اگر خدا نخواستہ فقر بے صبری، شکوے شکایت اور اللہ کے فیصلوں پر ناراضگی کا سبب بننے لگے تو اس کا انجام بڑا بھیا تک ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے:

كاد الفقر ان يكون كفراً۔ (۳۸)

قریب ہے کہ فقر کفر کا سبب بن جائے۔

## اسلام کی معاشی تعلیمات

انسانیت مانی بدعالتی کے جس گرداب میں مبتلا ہو چکی ہے اس کی اہم ترین وجہ یہ ہے کہ اس نے

خداقی قوانین و ضوابط کی بجائے انسانوں کے خود ساختہ نظامِ معیشت پر یقین کیا ہوا ہے اور افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان بھی جس کے پاس وہ زریں اور معجزہ آفریں تعلیمات موجود ہیں اسے چھوڑ کر کسی اور راستے سے منزل مقصود کی طرف رواں ہے۔

این رہ کہ تو می روی پتر کستان است

معیشت ایک طویل اور بحث طلب موضوع ہے اور اس پر علا و فضلانے کافی کام کیا ہے۔ ہم یہاں پر انتہائی اختصار کے ساتھ اس کا ایک خاکہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

معیشت اسلامی تعلیمات کا ایک بہت اہم شعبہ ہے لیکن یہ بات ہر وقت ذہن نشین ہونی چاہئے کہ دوسرے معاشی نظاموں کی طرح اسلام میں معیشت انسان کی زندگی کا بنیادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ بنیادی مسئلہ معبودِ حقیقی کی رضا کی تلاش اور عبادت ہے۔

دنیا کی تاریخ اس امر کی شاہدِ عدل ہے کہ قدیم و جدید تمام نظام ہائے حکومت میں ایک بھی نظام ایسا نہیں جو انسانی دنیا کے اندر فلاح و خوش عیشتی اور عدل و انصاف دونوں کو باہم ملا کر امن و سلامتی کی راہ ہموار کر سکے، اور یہ تو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے پیش کردہ نظریوں اور عملی تجربوں نے دنیوی سر بلند یوں کے ساتھ انسانی حیات کے معصود و حید یعنی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیانی رشتے کو مضبوط کرنے اور اخلاق کریمانہ کی رفعتوں تک پہنچانے کی خدمت انجام دی ہو، یہ سب کچھ اسلامی نظام زندگی ہی کا خاصہ ہے۔

اسلام نے معیشت کے لئے ایسا دائرہ کار بنایا جس میں اونچ و نیچ کا وہ غیر فطری فرق ہی موجود نہیں جس سے ایک جماعت بے قید و سزا کی دولت کی مالک بن جائے اور دوسری اس کے سامنے دست سوال پھیلا کر فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرے اور اس کے دستِ ظلم کا شکار بنے۔

قرآن کریم نے اپنی اساسی روش کے مطابق عبادات، معاشرتی معاملات، سیاسیات اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح معاشیات میں بھی صرف اساسی اصول اور معجزانہ اختصار کے ساتھ قواعد و کلیات کا ہی ذکر کیا ہے۔

## حق معیشت میں مساوات

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا مِنْ ذَا بِيَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ (۳۹)

اور (زمین) پر موجود ہر جاندار کا رزق اللہ ہی کے ذمے ہے۔

اس آیت میں رزق اور معاش کا حقیقی تعلق صرف ذات الہی سے وابستہ ہونے کا بیان ہے کہ وہی ہر فرد کا کفیل ہے، اگرچہ اس کی مصلحت عام اور حکمت تام کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کے متنوع ماحول میں رزق کے اندر تفاوت و درجات پایا جائے لیکن امارت و غربت کے فطری تنوع کے باوجود یہاں ایک فرد بھی محروم المعیشت نہ رہنے پائے، اور اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کا فریضہ نائب الہی یعنی خلیفہ پر عائد ہوتا ہے کہ قلمرو اسلامی میں ایک فرد بھی ایسا نہیں ہونا چاہئے جو حق معیشت سے محروم ہو جو حکومت اس مشا الہی کو پورا نہ کرتی ہو وہ فاسد نظام کی حامل اور نظام عادل سے منحرف ہے۔ ابو سعید خدریؓ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من كان معه فضل ظهر  
فليعد به على من لا ظهر له ومن كان له فضل من زاد فليعد به  
على من لا زاد له فذكر من اصناف المال ما ذكر حتى رأينا انه لا  
حق لا حمد منافى لفضل۔ (۴۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زائد سامان قوت و طاقت ہو اس کو دے جس کے پاس نہیں ہے۔ اور جس کے پاس سامان خورد و نوش زائد از ضرورت ہو اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں، اسی طرح بہت سارے امور کے بارے میں فرمایا یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ زائد سامان پر کسی مالک کا کوئی حق نہیں۔

اگرچہ حق معیشت میں سب مساوی ہیں لیکن درجات معیشت میں مساوی نہیں ہیں اور معیشت میں درجات کا تفاوت ایک فطری امر ہے مگر درجات کا یہ تفاوت ایسے احوال پر قائم رہنا چاہئے کہ کسی حالت میں بھی وہ لوگوں کے درمیان وجہ ظلم نہ بن سکے یعنی تفاوت درجات تو ہو لیکن ایسا نہ ہو کہ معیشت انسانوں کو دو طبقوں میں اس طرح تقسیم کر دے کہ ایک کی ترقی دوسروں کے فقر و افلاس کا سبب بنے۔ قرآن نے اس تفاوت و درجات کو اس طرح بیان کیا ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ

### بَعْضُ ذَرَجَاتٍ (۲۱)

ہم نے بانٹ دی ہے ان میں روزی ان کی دنیا کی زندگی میں اور بلند کر دئے درجے بعض کے بعض پر۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ  
ذَرَجَاتٍ لِّيُبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ - (۲۲)

اور اسی نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں اور بلند کر دیے تم میں درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دئے ہوئے حکموں میں۔

دوسری اہم بات جس کو قرآن کریم نے بیان کیا یہ ہے کہ دولت اور سرمایہ داری کے وہ اصول قطعاً ناقابل تسلیم ہیں جن میں احکا رواکتنازی کوئی صورت بھی بن سکے اور ان سے دولت و کثرت پھیلنے اور تقسیم ہونے کی بجائے سب کفر خاص حلقوں میں اور مخصوص طبقوں میں محدود ہو جائے۔ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُوهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا  
جِبَاَهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا نَفْسِكُمْ فَلَوْلَا  
مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ (۲۳)

جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دے عذاب دردناک کی۔ جس دن کر آگ دہکائیں گے اس پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزہ اپنے گڑھے کا۔

كُنْ لَا يَكُونُ ذَوْلَةٌ بَيْنَ الْأَعْيَابِ مِنْكُمْ - (۲۴)

تاکر نہ آئے لینے دینے میں دوہمتدوں کے تم میں سے۔

یعنی مصارف اموال اس لئے بتائے تاکر یہ اموال محض دوہمتدوں کے الٹ پھیر میں پڑ کر ان

کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائے۔ (۲۵)

تیسری بات یہ ہے کہ وہ تمام معاملات ناجائز و حرام ہیں، جس سے فاسد معیشت برائے کار

آئے اور محنت و معیشت کے لئے جائز جدوجہد بے حقیقت ہو کر رہ جائے اور محنت و سرمایہ کے درمیان اعتدال اور توازن باقی نہ رہے اس لئے سود کے ہر قسم کے تجارتی کاروبار جو بے کی تمام اقسام، احتکار و آنتہازی تمام اشکال اور اسی طرح حقوق و فاسدہ کی تمام صورتیں ناجائز و حرام ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسب معیشت کے بارے میں ہر فرد کو حکم دیئے ہیں کہ اپنی استعداد کے مطابق معیشت کے لئے کچھ تک دو کرے ایسا نہ ہو کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معاشرے کے دوسرے افراد پر بوجھ بن جائے، البتہ شرط یہ ہے کہ وہ کمائی حلال ہو، ارشاد ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ  
وَأَذْكُرُوا اللَّهَ۔ (۳۶)

پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة۔ (۳۷)

حلال روزی تلاش کرنا دین کے اولین فرائض کے بعد دوسرا فریضہ ہے۔

پھر عمومی خطاب کے ذریعے سب کو اتفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حالات سے واقف ہونے اور ان کے ساتھ مالی تعاون کرنے کی ہدایت دی گئی ہے اور اصحاب ثروت کو زکوٰۃ دینے کا حکم ہے، نیز وقف، وصیت، عشر، خراج، جزیہ اور ان جیسے بہت احکام ہیں جن سے مال کسی ایک فرد کے پاس جمع ہونے کی بجائے معاشرہ میں گردش کرنا رہتا ہے اور اس کے بعد اہم ترین چیز خلیفہ اور اصحاب حکومت کی امانت داری، خدا ترسی، ہمدردی، جناب دینی کا احساس، منظم اور فعال شعبہ حساب وغیرہ ہیں جن سے وہ مال حقاً رنگ بھنچ جائے۔ یہ سب وہ احکام ہیں جن کے ذریعے ایک خوشحال معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے جس کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں کیا جاسکتا ہے۔

## لا علاج مرض

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت صحت ہے جس کے مقابلے میں

دنوی مال و متاع بیچ ہے۔ لیکن انسان ہر وقت ایک حال پر نہیں رہتا، آج اگر تندرست ہے تو کل بستر بیماری پر پڑا ہوا نظر آئے گا۔ بہت سے لوگوں کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں گھر میں بھی راحت کے تمام اسباب مہیا ہیں اور دنیا کی خوشیوں کے تمام مواقع ان کو میسر ہیں اس کے باوجود نعمت صحت سے محرومی کی وجہ سے ان کے چہرے ہر وقت مرجھائے ہوئے ہیں اور ہر خوشی ان کو چھینکی لگتی ہے۔ کبھی بیماری بظاہر علاج نظر آتی ہے اور بیمار خود کو دوسروں پر بوجھ سمجھتا ہے اور خود اپنے آپ سے بیزار ہو جاتا ہے اور درد کی ٹھوکریں کھا کر آخر کار زندگی سے ٹھک آ جاتا ہے اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔

ان فطری مراحل زیست سے عہدہ ہر ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اقدامات تجویز کئے

ہیں۔

## عیادت

جب انسان بیمار ہو جاتا ہے خاص طور سے جب بیماری شدت اختیار کر جاتی ہے تو طبعی طور پر انسان کم حوصلہ ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اس بیماری کے سامنے عاجز و کمزور سمجھنے لگتا ہے، گھر میں بستر عیادت پر رہ کر کشتی و اضمحلال محسوس کرتا ہے اور تنہائی میں زیادہ سوچنے کی وجہ سے بیماری کے خطرناک نتائج بھی زیادہ ہوتے ہیں، جس سے قوت و ممانعت مزید کمزور ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اس کا حوصلہ بڑھانے، اس کو ہمت دلانے اور اس کی تنہائیوں میں اس کا رفیق بننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے شریعت مطہرہ کے اندر مریض کی عیادت کا حکم دیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام و عیادة المریض و

اتباع الجنائز و اجابة الدعوة و تسمیت العاطس۔ (۲۸)

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب، بیماری کی عیادت، جنازہ کی ہمراہی،

قبول دعوت، چھینکنے والے کو جواب دینا، (بحکم اللہ کہتا)

دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے:

عائد المریض فی مخرفة الجنة حتی یرجع۔ (۲۹)

مریض کی عیادت کرنے والا وہی تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

علامہ قرطبیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: چونکہ عبادت کرنے والے کو بہت ثواب ملتا ہے جو جنت میں جانے کا ذریعہ ہے تو گویا وہ دنیا ہی میں جنت کے باغات میں گھوم رہا ہے پھر کہتے ہیں کہ لفظ عبادت (جو کہ جو دہم معنی لوٹنا سے ماخوذ ہے) خود بتا رہا ہے کہ ایک بار جانا کافی نہیں بلکہ بار بار جا کر اس کی طبیعت معلوم کرنی چاہئے۔ (۵۰) البتہ یہ حکم جب ہے کہ مریض پر گراں نہ ہو۔ مریض کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور اس کے سامنے وہ باتیں کرنی چاہئیں جس سے اس کا دل خوش ہو اور وہ اپنے مستقبل کے بارے میں پرامید رہے اور اس میں مرض کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہو جائے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفْسُوْا لَهُ فِي اَجَلِهِ فَاِنَّ ذَالِكَ لَا يُوَدُّ

شَيْئًا وَيَطِيْبُ بِنَفْسِهِ۔ (۵۱)

جب مریض کے پاس جاؤ اس کو بیماری کے بارے میں اطمینان دلاؤ اگرچہ یہ حوصلہ افزائی اس کی موت کو مؤخر نہیں کرتی لیکن اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیمار تھے کسی شخص نے آ کر ان کی بیماری کے سلسلے میں ناخوش آئند باتیں شروع کیں، اس کے جانے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ یہ شخص آئندہ میرے پاس نہ آئے۔ (۵۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی بیمار پرسی کے لئے جاتے تو فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهْوَرَانِ شَاءَ اللهُ۔ (۵۳)

کوئی مسئلہ نہیں ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاکی کا ذریعہ ہے۔

گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بیمار کو یہ حکم دیا کہ دل و دماغ میں اس یقین کو بسا دے کہ بیماری اللہ کی طرف سے ہے اور یہ اس کا فیصلہ ہے جس پر صبر کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

## گھریلو پریشانیاں

گھروں میں مختصر معاشرہ ہے جس کی آبادی بڑی بڑی آدمی کے بننے یا گزرنے میں سب سے پہلا اور سب سے اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ اور گھر وہ واحد مکان ہے جہاں انسان باہر کے شور شرابے، جنگامے اور تھکاوٹ سے بھاگ کر پناہ لیتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ اس کی فضا اور ماحول انتہائی پرسکون اور

اطمینان بخش ہو۔ ملازم یا کاریگر جو صبح سے لے کر شام تک کچھ کمانے اور بیوی بچوں کے پیٹ بھرنے کے لئے خون پسینہ ایک کر کے جان کی بازی لگاتا ہے اور شام کو تھکے ہارے گھر کا رخ کرتا ہے یقیناً اور بجا طور پر اس کی توقع ہوتی ہے کہ گھر پہنچنے پر اس کا بہتر طریقے سے استقبال کیا جائے اور اس کی راحت و سکون کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اسی طرح جو خاتون دن بھر گھر کے کاموں میں مصروف رہتی ہے اور بچوں کی نگہداشت اور دیکھ بھال کے فرائض انجام دیتی ہے وہ بھی یہی چاہتی ہے کہ گھر کے دوسرے افراد اس کی محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھ کر اس کی کارکردگی سے اطمینان کا اظہار کریں اور خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے اس کی تھکاوٹ کو دور کریں۔ اولاد بھی جو سرمایہ زندگی اور اس گلشن کا پھول شمار ہوتی ہے پیار و محبت کی منتظر رہتی ہے اور چاہتی ہے کہ گھر میں ان کو اور ان کی بات کو اہمیت دی جائے اور ان سے پیار و محبت کا برتاؤ کیا جائے اگر گھر کا ماحول اس کے برخلاف ہے کوئی کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں بات بات پر بہانے اور عیب تلاش کئے جاتے ہیں اور ہر وقت سوائے رنج و تکلیف کے اور کچھ گھر میں حاصل نہیں تو انسان گھر اور گھر والوں سے بیزار ہو کر دنیا کے اس جہنم سے خلاصی کے درپے ہو جاتا ہے۔

### میاں بیوی اور اولاد کے حقوق

ان حالات سے بچنے کے لئے اسلام نے گھر کے ہر فرد کے لئے مقام و حقوق متعین کئے ہیں اور دوسروں کو ان حقوق کی پاسداری اور اس مقام کی رعایت کی تاکید کی ہے تاکہ گھر کی فضا پر سکون اور اطمینان بخش رہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: زوجین (میاں بیوی) کا تعلق ایسا ہوتا ہے کہ ہر وقت کا ساتھ رہتا ہے اور مرد اپنی مصلحتوں کی وجہ سے قطع تعلق (یعنی اس کو چھوڑنا) پسند نہیں کرتا اور نہ عورتوں کی جہالت کو برداشت کرتا ہے تو یہاں ہمیشہ کے لئے لڑائی جھگڑے کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے جس کے نتائج چابھنی کے حق میں برے سے برے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور دونوں کی زندگی موت سے بھی تلخ ہو جاتی ہے ان سب کا سبب وہی شروع میں اصلاح کی طرف توجہ نہ کرنا ہے۔ (۵۴)

عورت کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس پر فوقیت دی ہے اور وہی گھر میں صاحب اختیار ہوتا ہے، یہ فرق مراتب اللہ کی طرف سے ہے جس کی پابندی ہر مسلمان عورت کے لئے لازمی اور ضروری ہے اس لئے جب تک شوہر خلاف شرع کوئی حکم نہ کرے اس کی فرمانبرداری کرنی چاہئے، اگر شوہر کی بات خلاف مصلحت ہو تو ایسے وقت میں بیان کرے جب ماحول اس گفتگو کے لئے سازگار ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا  
أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔ (۵۵)

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ  
خرچ کئے انہوں نے اپنے مال۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نے اس آیت کے تحت ایک جامع بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کی عورتوں پر برتری کو قرآن حکیم نے ایک حکیمانہ طرز پر بیان کیا ہے کہ مردوں کی یہ فضیلت اور تفوق خود عورتوں کی مصلحت اور فائدے کے لئے اور عین منتقنائے حکمت ہے اس میں عورت کی نہ کسر شان ہے نہ اس کا کوئی نقصان ہے۔ قوام عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور چلانے والا ہو۔ (۵۶) اس لئے اس آیت میں قوام کا ترجمہ عموماً حاکم کیا گیا ہے۔ یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں، مراد یہ ہے کہ ہر اجتماعی نظام کے لئے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کوئی سربراہ یا امیر اور حاکم ہوتا ہے کہ اختلاف کے وقت اس کے فیصلے سے کام چل سکے۔ جس طرح ملک و سلطنت اور ریاست کے لئے اس کی ضرورت سب کے نزدیک مسلم ہے اسی طرح امور خانہ داری میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں اس کام کے لئے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا کہ علمی و عملی قوتیں بہ نسبت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہیں، پھر اللہ نے اس انتخاب کی حکمت اور وجہ بھی بتلا دی تا کہ عورتوں پر کوئی ناگوار اثر نہ ہو۔ ایک وجہ وہی ہے جس میں کسی کے عمل کا دخل نہیں، دوسری کسی جو عمل کا اثر ہے۔ پہلی وجہ یہ ارشاد فرمائی:

بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ۔

یعنی اللہ نے دنیا میں خاص حکمت و مصلحت کے تحت ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے جیسے ایک خاص گھر کو اللہ نے بیت اللہ اور قبلہ قرار دیا اسی طرح مردوں کی حاکمیت بھی ایک خدا داد فضیلت ہے۔ جس میں مردوں کی سعی و عمل یا عورتوں کی کوتاہی و بے عملی کا کوئی دخل نہیں۔ دوسری وجہ کسی اور اختیار ہے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، مہرا داکرتے ہیں اور ان کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔

(۵۷)

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اگر میں اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کروا اپنے  
خاوند کو سجدہ کرے۔ (۵۸)

اطاعت شعاع عورت کے لئے شریعت میں بہت سی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔  
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ  
وَالْقَانِتَاتِ - (۵۹)

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور بندگی  
کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں۔

علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے قانتین اور قانتات کے معنی اطاعت کرنے والے مرد اور  
اطاعت کرنے والی عورتیں بیان کئے ہیں۔ (۶۰) یعنی وہ شریعت مطہرہ کے ہر حکم کی اطاعت کرتی ہیں اور  
چونکہ شریعت نے عورت کو شوہر کی تابعداری کا حکم دیا ہے تو وہ اس حکم میں بھی اطاعت کو اپنا شعار بناتی ہیں۔  
دوسری جگہ ارشاد ہے:

عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا لِّمَنْ طَلَّقَتْ  
مُؤْمِنَاتٍ - (۶۱)

اگر نبی چھوڑے تم سب کو ابھی اس کا رب بدلے میں دیدے اس کو جو تم سے بہتر حکم  
بردار یقین رکھو الیام نماز میں کھڑی ہونے والیاں۔

اس بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ قانتات کے ایک معنی ہیں خشوع  
خضوع اختیار کرنے والی عورتیں اور دوسرے معنی ہیں شوہر کی اطاعت کرنے والی عورتیں۔ (۶۲)  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو عورت اس حال میں رات گزارے (بعض روایات کے مطابق اس حال میں مر  
جائے) کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ چنتی ہے۔ (۶۳)

دوسری بات یہ کہ عورتیں عام طور سے شوہروں کے مال میں بہت بے احتیاطی سے کام لیتی  
ہیں، اسراف اور فضول خرچی بہت کرتی ہیں اور ایسے بے جا مطالبات شوہر سے کرتی ہیں کہ وہ مجبور ہو کر حرام

و حلال میں فرق کئے بغیر ہر وقت کمانے کی فکر میں رہ کر دین سے غافل ہو جاتا ہے اور جو گھریا و خدا، شرعی احکام کی پابندی اور اسلامی طرز زندگی کے اصول سے خالی ہو اور گھر کے افراد حرام مال سے شکم سیر ہوں تو وہاں پریشانی، بے چینی، بے اصولی اور اخلاقی بگاڑ لازمی بات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ (۶۴)

اس حدیث کے مطابق عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر کو دینی کاموں کی طرف ترغیب دے اور جس طرح اپنے دنیوی مطالبات کے لئے شوہر سے اصرار کرتی ہے اسی طرح دین کے معاملے میں بھی اس سے درخواست کرتی رہے وگرنہ قیامت کے دن اس کا مواخذہ ہوگا کہ شوہر کو حرام کمانے پر کیوں مجبور کیا؟ اس کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کی فکر کیوں نہیں کی؟ دوسری طرف شوہر کو بھی احساس ہونا چاہئے کہ اگرچہ اللہ نے اس کو حاکم اور عورت کو محکوم بنایا ہے پھر بھی ان دونوں کے درمیان دوستی کا تعلق بھی ہے اس لئے بہت ضروری ہے کہ مرد و عورت کی خواہشات اور ترجیحات کا جہاں تک ممکن ہو اور شریعت کی اجازت ہو احترام کرے اور ہر وقت اپنی ہی بات پر اصرار کرنے سے گریز کرے۔ سروکار کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن معاشرت کا کتنا ہی پیارا سبق دیا ہے کہ کچھ صحابہ نیز ہا زنی میں مصروف تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ بھی اس کھیل کا نظارہ کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ کی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑی ہو کر ان کے شانہ مبارک کے اوپر سے جھانک کر نظارہ کرتی رہیں، وہ خود فرماتی ہیں کہ جب تک میں خود وہاں سے نہ ہٹی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری خاطر کھڑے رہے۔ (۶۵)

اسی طرح حدیث میں فرمایا گیا کہ وہ لقمہ جسے آدمی محبت کے اظہار کے لئے پیوی کے منہ میں رکھتا ہے صدقہ اور نیکی شمار ہوتا ہے۔ (۶۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑنے کی حدیث بھی بہت مشہور ہے۔ (۶۷) ان تمام باتوں سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مرد پر لازم ہے کہ عورت کی ترجیحات اور اس کے عواطف کا پورا پورا خیال رکھے۔

اس دوستی و محبت کے تعلق کے بارے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو فرمایا اس کے

بعض نتجبات درج ذیل ہیں:

اس محبت و دوستی کے تعلق کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا ناز بھی ہوتا ہے اس تعلق کے ساتھ

مرد کا عورت پر وہ رعب نہیں ہو سکتا جو نوکریوں پر ہوا کرتا ہے، بعض دفعہ ازواج مطہرات بھی نماز میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر کے دوستوں کا سا برتاؤ کرتی تھیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کون ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال میں بے نظیر تھے کوئی آپ کے برابر نہ تھا۔ نیز اس کے ساتھ آپ صاحب سلطنت تھے، رعب سلطنت بھی آپ میں زیادہ تھا مگر پھر بھی آپ نے کبھی ازواج مطہرات پر رعب سے اڑ نہیں ڈالا بلکہ ان کے ساتھ آپ کا ایسا برتاؤ تھا جس میں حکومت اور دوستی کے دونوں پہلو ملحوظ رہتے تھے۔ (۶۸)

قرآن حکیم نے بھی بہت عمدہ پیرایہ میں عورت کی سفارش کی ہے ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُنَّ شَيْئًا  
وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝ (۶۹)

اور گزارا ان کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر وہ تم کو نہ بھائیں تو شاید تم کو پسند نہ آئے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت خوبی۔

بعض مردوں کی عادت ہے کہ عورت کے ہر کام میں عیب نکال لے پھرتے ہیں۔ کوئی کام ان کے خلاف طبیعت ہو اس پر نا راض، کسی کام میں تاخیر ہو اس پر غصہ کھانے میں زرا تک مزاج زیادہ ہو اس پر برہم، خلاصہ یہ کہ عورت کے ہر کام میں اس کی دل شکنی کرتے ہیں حالانکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے:

ما عاب رسول الله صلى الله عليه وسلم طعاماً قط - (۷۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے۔

جو کبھی کھانا ہوا اور جیسے بھی ہوا اللہ کی نعمت سمجھ کر کھانا چاہئے اور اس پر شکر کرنا چاہئے، حضرت انسؓ

فرماتے ہیں۔

خدمت رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر سنين فما قال لي

اف قط و ما قال لشي صنعته لم صنعته ولا لشي تركته لم

تركته - (۷۱)

دس سال تک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی (اس طویل عرصہ میں)

آپ ﷺ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور نہ ہی کئے ہوئے کام کے بارے میں پوچھا

کہ کیوں ایسا کیا؟ اور نہ چھوڑے ہوئے کام کے بارے میں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا؟ یہ بھی ملحوظ رہے کہ عورت گھر میں ہر وقت فارغ نہیں رہتی اس کے بھی بہت سارے کام ہوتے ہیں وہ بھی تھک جاتی ہے، اسے بھی راحت کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہو مرد اپنے کام خود کریں اور فارغ ہوں تو گھر کے کاموں میں بھی بیوی کا ہاتھ بٹائیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور تعلیم ہے اور حسن اخلاق کا تقاضا بھی۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

عن عائشة انها سئلت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

يعمل في بيته قالت! كان يخيظ ثوبه و يخصف نعله و يعمل

ما يعمل الرجال في بيوتهم۔ (۷۲)

حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کون سا کام کرتے ہیں۔

فرمایا: آپ ﷺ اپنے کپڑے سیتے ہیں اور جوتے پر پیوند لگاتے ہیں اور ہر وہ کام

کرتے ہیں جو دوسرے مرد گھروں میں کرتے ہیں۔

## عشق میں ناکامی

اب یہ خبر کسی لڑکے یا لڑکی نے عشق میں ناکامی کے بعد خودکشی کرنی، قابل تعجب نہیں رہی۔ آئے دن اخبارات اس طرح کی خبریں چھاپتے ہیں۔ غیر مسلموں کے آزاد معاشرے، مخلوط تعلیم اور فاشی و عریانی کی وجہ سے یہ بیماری اور شدت اختیار کر جاتی ہے اور افسوس تو یہ ہے کہ وہ مسلم معاشرے جو دنیا کے مغرب کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ان میں بھی یہ مرض نہ صرف سراپت کر گیا ہے بلکہ بعض جاہل و ناواقف اسے پسندیدہ ہنگاموں سے دیکھتے ہیں۔ محبت انسانی فطرت میں داخل ہے۔ اگر کسی کو شہر اور اس کی چمک دمک پسند ہے تو کسی کو گاؤں، اس کی کھلی فضا اور سرسبز و شاداب دشت و دمن محبوب ہے۔ اگر کسی کو کتاب کے مطالعے کا شوق ہے تو کوئی لائبریری اور فضول بات چیت کو اچھا سمجھتا ہے، لیکن انسان کبھی اپنے جذبات اور نفسیات کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اچھے اور برے کی تمیز کی صلاحیت اکٹلی ختم ہو جاتی ہے اور کسی چیز یا کسی شخص سے محبت اس درجے تک پہنچتی ہے کہ دیدہ و عبرت کچھ نہیں دیکھ پاتی اور اصلاح و نصیحت کی باتیں اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

حبک الشیء یعمی و یصم۔ (۷۳)

کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

جب نوبت یہاں تک آتی ہے اور مطلوب تک رسائی ممکن نظر نہیں آتی تو انسان کسی وقت بھی کوئی اقدام کر سکتا ہے۔

### عشقِ حقیقی

قیامت کے دن انسان سے ایک اہم سوال یہ ہوگا کہ اپنی جوانی کس طرح اور کس راہ میں گزار دی؟ اس وقت ہر انسان کو اپنی جوانی کی کارگزاری سنانی پڑے گی۔

جوانی میں جہاں جوش و جذبہ ہے، قوی مضبوط ہیں، حوصلہ بھی بلند ہے وہاں نفسانی خواہشات کا سمندر بھی ہر وقت تلاطم پر ہوتا ہے۔ یہ حالت نہ پیری میں ہوتی ہے نہ بچپن میں اس لئے خوش نصیب اور باہمت انسان وہ ہے جو اس وقت کی زندگی کو عفت و پاکیزگی کے ساتھ بسر کرے۔ ظاہر ہے کہ موجِ خواہشات جتنی پر تلاطم ہوں اتنا ہی ان کا مقابلہ کرنا مشکل اور گناہ میں جتنی لذت ہو اتنا ہی اس کا چھوڑنا دل پہ بار ہوتا ہے اور اسی سے درجات بلند، اللہ کی محبت اور عشقِ حقیقی کا حصول اور عبادات میں بیٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ بقول شاعر

در جوانی پاک بودن شیوہٴ پیغمبری است

گر گریبِ ظالم وقت بیری می شود پرہیزگار

جوانی میں پاک رہنا نبیوں کا شیوہ اور عادت ہے۔ بوڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

سبعة یظلہم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ (منہا) شاب نشأ فی

عبادۃ ربہ۔ (۷۴)

سات آدیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ عرش میں جگدیں گے جبکہ اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (ان میں سے) ایک وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت اور طاعت میں پلا بڑھا

ہو۔

انسان کو فرشتوں پر جو برتری حاصل ہے اسی لئے تو ہے کہ فرشتوں میں گناہ کرنے کا مادہ اور جذبہ ہی نہیں اور انسان گناہ کا جذبہ رکھتے ہوئے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہر غیر شرعی کام سے باز آ جاتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ انسان جو انبی کے چند ایام کو انتہائی احتیاط اور اللہ رب العزت کے احکام کے مطابق گزارے اور ہر گناہ سے اپنے دامن کو پاک رکھے۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اغتنم خمسا قبل خمس، شبابک قبل هرمک، و صحتک قبل  
سقمک، و غناک قبل فقرک و فراغک قبل شغلک و  
حیوۃک قبل موتک۔ (۷۵)

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے قیمت سمجھو (اس کی قدر کرو) جوانی کو پیری اور  
کمزوری سے پہلے، صحت کو بیماری اور مالداری کو غربت اور فراغت کو مصروفیت اور  
زندگی کو موت سے پہلے۔

شیطان انسان کی گمراہی کے لئے مختلف حربے استعمال کرتا رہتا ہے اور اسے راہِ راست سے  
ہٹانے کے لئے فتنوں کا جال بچھاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا اور کامیاب حملہ عورتوں کے ذریعے مردوں کو  
گمراہ کرنا ہے اور یہ ایسا حربہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ما تروکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء۔ (۷۶)

میں اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ چھوڑ کر نہیں جا رہا۔  
دوسری حدیث میں فرمایا:

النساء حباثل الشیطان۔ (۷۷)

عورتیں شیطان کے جال ہیں۔

اس لئے اس ضرب کاری کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت شرعی احکامات کو سامنے رکھنا اور ایک  
کامل مسلمان کے اخلاق کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

جو لوگ عورتوں کے دام ہوس میں مبتلا رہتے ہیں ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہوتی ہیں، دنیا  
کی جاہی تو ظاہر ہے ہر وقت اداس، پریشان، غمزہ اور پراگندہ حال رہتے ہیں اور بالآخر اپنے ہاتھوں اپنی

زندگی ختم کرنے کی خبریں ملتی ہیں اور آخرت کی تباہی اس لئے ہے کہ جس دل کو اللہ کی یاد سے آباد ہونا تھا وہ مخلوق کے لئے دھڑکتا رہا، جو سوچ دین کے لئے استعمال ہوتی تھی وہ ایک جسمِ خاکی پر فنا ہو گئی، جماعہ اللہ کی عبادت میں حرکت کرنے تھے وہ گناہو معاصی میں ملوث رہے۔

اس خطرناک بیماری کی ایک وجہ وہ ناقابلِ اندیش دوست ہیں جن کے ذریعے انسان ہر قسم کی اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، گھر کے ماحول سے قدم باہر رکھنے کے بعد آدمی کے اخلاق پراثر انداز ہونے والا پہلا ذریعہ دوست ہے، اسی کی صحبت سے آدمی بننا ہے یا بگڑنا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الوحدة خیر من جلیس السوء ، والجلیس الصالح خیر من

الوحدة (۷۸)

تہائی برے دوست سے اور نیک ہمہمیں تہائی سے بہتر ہے۔

اسی بارے میں شاعر کہتا ہے:

صحبت	صالح	ترا	صالح	کند
صحبت	طالع	ترا	طالع	کند

نیک اور پرہیزگار ساتھی کی پہچان بھی بہت آسان ہے، حدیث میں فرمایا گیا ہے:

اذا رُؤِذَ كَرُّ اللّٰهِ - (۷۹)

جب وہ نظر آتے ہیں (ملتے ہیں) اللہ یاد آتا ہے۔

اس اخلاقی فساد کی دوسری اہم وجہ لگا ہوں کی آزادی ہے جو ہر وقت کسی بھی چیز کی تصویر کو دل میں اتار سکتی ہے جس کے بعد دل مختلف خیالات میں مصروف رہتا ہے۔ اسلام میں غش بصر (نظر نیچی رکھنے) کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ - (۸۰)

کہو ایمان والوں کو نیچی رکھیں اپنی آنکھیں اور تقاضے رہیں اپنے ستر کو

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ - (۸۱)

کہو ایمان والیوں کو نیچی رکھیں اپنی آنکھیں اور تقاضی رہیں اپنے ستر کو

اس آیت کریمہ میں مسلمان مرد و خواتین کو نظر اور شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی فتنہ شہوت کی ابتدا (بہ نظری) اور انتہا (زنا) دونوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، باقی درمیان میں اس فعلِ حرام کے جو مقدمات ہیں جیسے باتیں کرنا، ہاتھ لگانا وغیرہ سب ضمناً اس میں داخل ہیں اور سب حرام ہیں۔ (۸۲)

یہ تو ممکن ہے کہ آدی دوسرے انسانوں سے نظر چرا کر کسی نامحرم کو دیکھے اور اس کے بارے میں ہر قسم کے خیالات دل میں لائے لیکن اس حکمِ الحاکمین کو کیا جواب دے گا جو ہر ظاہر اور چھپی ہوئی چیز کو خوب جانتا ہے۔ مارتشا دباری تعالیٰ ہے:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ○ (۸۳)

وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو کچھ چھپا ہوا ہے سینوں میں۔

یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا اور دنیا والوں سے چھپ کر کسی کے پاس چل پڑے، اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھ جائے لیکن اس وقت کیا کرے گا جب زبان پر مہر لگائی جائے گی اور ہاتھ پاؤں، زمین اور نامہ اعمال ہر ایک آدی کے خلاف بول پڑیں گے؟ آدی کس کس چیز کا انکار کرے گا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الْيَوْمَ نَخِيْمُ عَلَىٰ آفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا

كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ (۸۴)

آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔

وَآخِرَ جِبْتِ الْأَرْضِ أَثَقْنَا لَهَا ○ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ○ يَوْمَئِذٍ

تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ○ بَانَ رَبُّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ○ (۸۵)

اور پھر نکال باہر کرے زمین اپنے اندر سے جو جھ۔ اور کہے آدی اس کو کیا ہو گیا ہے۔ اس دن کہہ ڈالیں گی زمین اپنی باتیں اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العینان زناهما النظر والاذنان زناهما الاستماع واللسان زناه

الكلام والید زناها البطش والرجل زناها الخطی۔ (۸۶)

آنکھوں کا زنا (ناجائز و حرام کی طرف) دیکھنا ہے، کان کا زنا (خلاف شرع اور حرام بات) سننا ہے، زبان کا زنا (حرام) گفتگو ہے۔ ہاتھ کا زنا (حرام چیز کو) پکڑنا ہے۔ پاؤں کا زنا (گناہ کی طرف) چلنا ہے۔  
دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لا یخلون رجل بامرأة۔ (۸۷)

کوئی (نامحرم) مرد کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ خلوت گزین نہ ہو جائے (خلوت میں نہ بیٹھے)

اس گناہ عظیم میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں، بلکہ وہ عورت جو اپنے اصلی مقام کو بھول کر اور عفت و عصمت کے تمام حدود و قیود کو بالائے طاق رکھ کر گھر سے تعلق ہے اور بہ زبان حال ہر قسم کے گناہ کی دعوت دیتی ہے زیادہ مجرم قرار پاتی ہے۔

قیامت کے دن اسی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچے گی اور اپنے کئے ہوئے اعمال پر نہیں روئے گی جو دنیا کے اندر اللہ کی رضا کے لئے شرعی احکام کی پابندی نہ ہو۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الا عین غضت عن محارم اللہ۔ (۸۸)

ہر آنکھ قیامت کے دن رونے والی ہوگی مگر وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے محفوظ رہی ہو۔

یہ مہلک بیماری گانے سننے سنانے سے بڑھتی ہے۔ گانے میں ایک خرابی یہ ہے کہ جب انسان اس کا عادی بن جاتا ہے تو سننے یا گانے بغیر اس کو چین نہیں آتا اور جب سنتا ہے یا گاتا ہے تو اسی کے معنی و مفہوم میں کھویا رہتا ہے، دوسری خرابی یہ ہے کہ غیر شعوری طور پر انسان کی نفسیات پر بہت زیادہ برے اثرات چھوڑ جاتا ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا:

الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع۔ (۸۹)

گانا اس طرح نفاق کو دل میں اگاتا ہے جس طرح کہ پانی کھیت کماگاتا ہے۔

آوارہ نظری حفاظت نظر اور اس طرح کی دوسری اخلاقی بیماریوں سے بچنے کے لئے شریعت

مطہرہ نے ایک بہت بہترین اور پاکیزہ طریقہ بیان کیا ہے، شادی میں جہاں ایک جائز اور حلال طریقے سے خواہشات پوری ہو جاتی ہیں وہاں نظری آوارہ گردی پر بھی قابو پالیا جاتا ہے اور انسان کو سکون قلب اور مطمئن روح حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بیوی کی ایک صفت یہ بیان فرماتے ہیں:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا  
إِلَيْهَا۔ (۹۰)

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ کہ تمہاری جنس میں سے تمہارے لئے جوڑے بنا دیئے  
تا کہ چین سے رہوان کے پاس۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ ازدواجی زندگی کے تمام کاروبار کا  
خلاصہ سکون و راحت قلب ہے اور یہ ظاہر ہے کہ باہمی سکون قلب اسی صورت سے ممکن ہے کہ مرد و عورت  
کے تعلق کی بنیاد شرعی نکاح اور ازدواج پر ہو، جن ممالک اور جن لوگوں نے اس کے خلاف کیا اور حرام  
صورتوں کو رواج دیا اگر تفتیش کی جائے تو ان کی زندگی کو کہیں پر سکون نہ پائیں گے، جانوروں کی طرح وقتی  
خواہش پوری کر لینے کا نام سکون نہیں ہو سکتا۔ (۹۱)

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

يا معشر الشباب من استطاع منكم البائة فليتزوج فانه اغضى  
لبصر و احصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له  
وجاء (۹۲)

اے نوجوانوں کی جماعت جو آپ میں سے نکاح کی قدرت رکھتا ہے تو شادی کرے  
کہ وہ آنکھ کی حفاظت اور شرمگاہ کی پاکیزگی کا بہتر ذریعہ ہے اور جو شادی نہیں کر سکتا تو  
روزے رکھا کرے کہ وہ طاقت و شہوت کو توڑنے والا ہے۔

اسی طرح آدمی کو چاہئے کہ وقتاً فوقتاً موت اور آخرت کی زندگی کو بھی سوچ لے تاکہ مقصد  
حیات آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جائے اور ترک گناہ کا حوصلہ اور ہمت پیدا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں  
کو قبرستان جانے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

زوروا القبور فانها تذكركم الموت۔ (۹۳)

قبروں کی زیارت کیا کرو کہ تم کو موت کی یاد دلاتی ہیں۔  
 كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروا - (۹۴)  
 پہلے میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب اجازت ہے) تو زیارت کرو۔  
 اسی طرح دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:  
 اكثر واذا ذكر هاذم اللذات يعني الموت - (۹۵)  
 لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

### خودکشی کا شرعی حکم

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝ (۹۶)

اور نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

یہ آیت بظاہر خودکشی کی حرمت کے بارے میں ہے، صاحب تفسیر مظہری بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس سے خودکشی کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (۹۷) اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، یعنی کسی اور انسان کو بغیر حق شرعی قتل کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی آیت وَلَا تَنَالُوا الْكُلَّ وَالْآخَرَ الْكُلُّمُ۔ کے معنی ہیں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔ علامہ وہبہ الزہلی کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں کہ اس آیت سے خودکشی اور دوسرے انسان کو ناحق قتل کرنے کی حرمت ثابت ہو۔ (۹۸)

شریعت اسلام میں خودکشی تو کچھ موت کی تمنا اور رخصا ہش کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، علامہ وہبہ الزہلی العہد الاسلامی واولاد میں لکھتے ہیں: کسی جسمانی بیماری یا دنیوی مصیبت و تنگی کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ (حرمی) ہے چنانچہ بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ تم میں سے کوئی کسی مصیبت و پریشانی کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اگر ضرورت ہو تو اس طرح دعا کرے: اے اللہ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے مجھے زندگی دے اور جب موت بہتر ہو تو مجھے موت عنایت کر دے۔ البتہ کسی دینی نقصان یا فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا مکروہ نہیں، آپ علیہ السلام دعا فرمایا کرتے تھے:

اے اللہ جب آپ اپنے بندوں کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنا ہو تو مجھے اس فتنہ میں ڈالے بغیر

اٹھا دیجئے۔

اور اللہ کی راہ میں شہادت طلب کرنے کا معاملہ خودکشی اور موت کی تمنا سے بالکل الگ ہے۔ (۹۹)

خودکشی کرنے والے کے بارے میں حدیث میں سخت وعید آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قتل نفسه بحمليلة فحديته في يده يتوجأ بها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها ابداً، ومن شرب سماً فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم خالداً فيها ابداً، ومن تردى من جبل وقتل نفسه فهو يتردى في نار جهنم خالداً فيها ابداً۔ (۱۰۰)

جس نے اپنے آپ کو لوہے سے قتل کیا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں اسی لوہے سے اپنا پیٹ چاک کرتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو مار ڈالا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں وہی زہر گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا رہے گا اور جس نے پہاڑ سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں چھلانگ مارتا رہے گا۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ خودکشی اگرچہ سخت گناہ ہے لیکن خودکشی کرنے والا اس عمل سے کافر نہیں ہوتا، مسلم کے اندر ایک روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی سے کفر لازم نہیں آتا، اور جمہور علماء کے یہاں وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہے گا اس لئے کہ جہنم میں ہمیشہ رہنا صرف کافروں کے لئے ہے لہذا جس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس کے بارے میں مختلف جوابات منقول ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: بعض محدثین کے نزدیک خالد مخلداً فیہا ابداً کے الفاظ روایت کرنے والے کا وہم ہیں، کیونکہ دوسری روایات میں یہ الفاظ نہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ خلود (ہمیشہ رہنا) اس آدمی کے لئے ہے جو اس فعل حرام کو طلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف سے حرام شدہ چیز کو طلال سمجھنا کفر ہے اور کافر کے لئے خلود فی النار ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سزا تو یہی ہے کہ جہنم میں ہمیشہ رہے لیکن اس کے دل میں ایمان موجود ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کرم فرما کر بالآخر اس کو معاف فرمائیں گے۔ (۱۰۱)

اسی وجہ سے کہ وہ فاسق اور سخت گمراہ رہے لیکن کافر نہیں اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔  
درختار میں ہے:

من قتل نفسه عمداً مغسلاً و یصلی علیہ۔ (۱۰۲)

جس حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اس کے جواب میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

اس حدیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور ظاہراً اس لئے تا کہ دوسروں کے لئے درس عبرت ہو جیسے کہ آپ علیہ السلام نے مقروض کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمایا یہ ضروری نہیں کہ دوسرے صحابہ نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں کی نمازیں بہت فرق ہے۔ (۱۰۳)

### حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ فضائل اعمال ص ۱۸ کتب خانہ فیضی لاہور
- ۲۔ حیاۃ الصحابہ ۱/۳۰۶، کتب خانہ فیضی لاہور
- ۳۔ محولہ بالا ص ۳۰۹
- ۴۔ محولہ بالا ص ۳۰۸
- ۵۔ صحیح مسلم، کتاب الزحد، احادیث متفرقہ ۲/۴۱۳، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۶۔ سورہ بقرہ، آیات ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷،
- ۷۔ تفسیر مظہری ۱/۲۶۵، حج ۱م سعید،
- ۸۔ جامع ترمذی، کتاب الزحد، باب ما جاء فی ذباب العصر، ۲/۶۳، فاروقی کتب خانہ لاہور،
- ۹۔ نقل التفسیر مظہری، ۱/۲۶۵، حج ۱م سعید،
- ۱۰۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب العصر عند الصدقۃ الاولیٰ، ۱/۱۷۴، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۱۱۔ تفسیر میرزا زوہدہ الرحیلی ۲/۴۳، دار الفکر المعاصر بیروت،
- ۱۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی انا بک، ۱/۱۷۴، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۱۳۔ حقیقت صبر و شکر ص ۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان،

- ۱۴- سیرت مصطفیٰ، ۱۹۰/۲، مکتبہ عثمانیہ لاہور،
- ۱۵- جامعہ ترمذی، کتاب الزحد، باب ما جاء في معيها صاحب النبي صلى الله عليه وسلم،
- ۱۶- حقیقت صبر و شکر، ص: ۵۱، دارہ تالیفات اشرفیہ،
- ۱۷- سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب ما تجوز فی المسئلۃ، ۲/۲۳۲، صحیح ایم سعید کراچی،
- ۱۸- صحیح بخاری، ابواب الاستقواء، باب الاستقواء فی المسجد الجامع، ۱/۱۳۷، قدیمی کتب خانہ،
- ۱۹- صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قوله کن فی الدنیا، ۲/۹۴۹، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۲۰- فتح الباری، ۱۱/۲۳۳، دار المعرفۃ بیروت،
- ۲۱- جامعہ ترمذی، کتاب الزحد، باب ما جاء في هم المدنیو جنہما، ۲/۵۶، فاروقی کتب خانہ لاہور،
- ۲۲- سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب البنا، ۲/۳۵۴، صحیح ایم سعید کراچی،
- ۲۳- شعب الایمان للشیخ، ۵/۳۵۵، رقم الحدیث ۶۵۶۸، دارالکتب العلمیہ بیروت،
- ۲۴- سورۃ الاعراف، ۷/۳۱،
- ۲۵- معارف القرآن ۳/۵۴۵،
- ۲۶- سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمۃ، باب من الاسراف ان تاکل کل ما اشتہیت، ص ۲۴۸، میر محمد کتب خانہ کراچی،
- ۲۷- سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب ما جاء في التصدق فی الوضوء، ص ۳۴، میر محمد کتب خانہ کراچی،
- ۲۸- صحیح مسلم، کتاب الزحد، ۲/۴۰۷، قدیمی کتب خانہ،
- ۲۹- فیض القدر، ۲/۸۷۸،
- ۳۰- گلستان سعدی، ۷۱۷، قدیمی کتب خانہ،
- ۳۱- الحجرات، ۴۹/۱۳،
- ۳۲- صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ، ۲/۳۱۷، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۳۳- سنن ابن ماجہ، ابواب الزحد، باب فضل الفقر ص ۳۱۳، میر محمد کتب خانہ کراچی،
- ۳۴- حوالہ بالا،
- ۳۵- صحیح مسلم، کتاب الزحد، ۲/۴۱۰، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۳۶- سنن ابن ماجہ، ابواب الزحد، باب فضل الفقر ص ۳۱۴، میر محمد کتب خانہ کراچی،
- ۳۷- تکلمہ فتح، ص ۵/۶۱۰،

- ۳۸۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب ما یمنی عن احتجاج الفصل الثالث، ص ۳۳۹، ایچ ایم سعید کراچی،
- ۳۹۔ سورۃ ہود آیت ۶،
- ۴۰۔ مخلی ابن جزم، آیت ۱۵۷،
- ۴۱۔ سورۃ زخرف، آیت ۳۲،
- ۴۲۔ سورۃ الانعام، آیت ۱۶۵،
- ۴۳۔ سورۃ التوبہ، آیت ۳۴،
- ۴۴۔ سورۃ الجحش، آیت ۷،
- ۴۵۔ تفسیر عثمانی، ص ۷۰۹، مکتبہ رشیدیہ لاہور،
- ۴۶۔ سورۃ الجحش، آیت ۱۰،
- ۴۷۔ شعب الایمان للعلی، ۶/۳۲۰، رقم الحدیث ۸۷۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت،
- ۴۸۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب حق المسلم رد السلام، ۲/۳۱۳، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۴۹۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلوٰۃ، باب فضل عیادۃ المریض، ۲/۳۱۷، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۵۰۔ مجمع فہم، ۵/۳۷۰،
- ۵۱۔ جامع الترمذی، ابواب الطب، باب بلا ترحم (بعض نسخوں میں باب التداوی بالرماد) ۲/۳۰، فاروقی کتب خانہ لاہور،
- ۵۲۔ مجمع فہم، ۵/۳۷۱،
- ۵۳۔ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب فی عیادۃ الاعراب، ۲/۸۳۴، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۵۴۔ اصلاح خواتین، ص ۳۷، دارالاشاعت کراچی،
- ۵۵۔ سورۃ النساء، آیت ۳۴،
- ۵۶۔ المعجم الوسیط، ۷۷، ۷۸، مکتبۃ الاسلامیۃ استانبول، ترکی،
- ۵۷۔ معارف القرآن، ۲/۳۹۵-۳۹۶،
- ۵۸۔ جامع ترمذی، کتاب الرضا، باب ما جاء فی حق التزوج علی المرأة، ۱/۱۳۸، فاروقی کتب خانہ لاہور،
- ۵۹۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۳۵،
- ۶۰۔ روح المعانی، ۲۱/۲۲،

- ۶۱ - سورۃ التحریم، آیت ۵،
- ۶۲ - اصلاح خواتین، ص ۳۱، دارالاشاعت کراچی،
- ۶۳ - جامع ترمذی، کتاب الرضا، باب حق الخروج، ۱۰/۱۳۸، فاروقی کتب خانہ لاہور،
- ۶۴ - صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ طبعوا اللہ، ۲/۱۰۵۷، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۶۵ - صحیح بخاری، کتاب الکاح، باب نظر المرأة فی الحسیب، ۲/۷۸۸، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۶۶ - صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب ان عرک و رھبہ اغنیاء، ۱/۳۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۶۷ - سنن ابوداؤد، کتاب الجھاد، باب فی المسیق علی الرجل، ۱/۳۳۸، صحیح ایم سعید کراچی،
- ۶۸ - حقوق الخیرین، ص ۲۲، ۲۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان،
- ۶۹ - سورۃ النساء، آیت ۱۹،
- ۷۰ - سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب کراھیزہ، م الطعام، ۲/۷۷۲، صحیح ایم سعید کراچی، صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب ما عاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاما قط، ۲/۸۱۳،
- ۷۱ - جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۲۲، فاروقی کتب خانہ لاہور،
- ۷۲ - مسند احمد بن حنبل، ۷/۷۵، رقم الحدیث ۳۳۳۸۲، دارالحدیث التراث العربی بیروت،
- ۷۳ - سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب الخوی، ۲/۱۳۳۳، ایم سعید کتب خانہ کراچی،
- ۷۴ - صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ بالیمین، ۱/۱۹۱، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۷۵ - المحمد رک للتحکم، کتاب الرقاق، ۳/۳۰۶،
- ۷۶ - صحیح بخاری، کتاب الکاح، باب ما ینبئ من شوم المرأة، ۲/۷۳، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۷۷ - مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق،
- ۷۸ - شعب الایمان للعلی، ۳/۲۵۶، رقم الحدیث ۳۹۹۲، دارالکتب العلمیہ بیروت،
- ۷۹ - حقائق عن التصوف، ص ۵۸، مکتبہ دارالعرفان حلب،
- ۸۰ - سورۃ النور، آیت ۳۰،
- ۸۱ - سورۃ النور، آیت ۳۱،
- ۸۲ - معارف القرآن، ۶/۳۹۹،
- ۸۳ - سورۃ غافر، آیت ۱۹،

- ۸۴۔ سورہ تیس، آیت ۶۵،
- ۸۵۔ سورہ زلزال آیات ۵۲۳،
- ۸۶۔ مسند احمد، ۱/۶۸۰، رقم الحدیث ۳۹۰۲، دار احیاء التراث العربی بیروت، صحیح مسلم کتاب القدر باب قدر علی ابن آدم حط من الثنا، ۲/۳۳۶، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۸۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، ۱/۴۳۳، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۸۸۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیہ، ۳/۱۶۳،
- ۸۹۔ شعب الایمان للمصنف، ۴/۲۷۹، رقم الحدیث ۵۱۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت،
- ۹۰۔ سورہ الروم، آیت ۳۰/۲۱،
- ۹۱۔ معارف القرآن، آیت ۶/۷۳۵،
- ۹۲۔ صحیح بخاری، کتاب الکاح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم البائیة فلیعز ورج، ۲/۷۵۸، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۹۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی الذناب الی زیارة العیون، ۱/۳۱۴، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۹۴۔ حوالہ بالا،
- ۹۵۔ جامع ترمذی، کتاب الزحد، باب ما جاء فی ذکر الموت، ۲/۵۴، فاروقی کتب خانہ لاہور،
- ۹۶۔ سورہ النساء، آیت ۲۹،
- ۹۷۔ تفسیر مظہری، ۳/۵۱،
- ۹۸۔ اثنی عشر المصیر، ۵/۳۲، دار الفکر المعاصر، بیروت،
- ۹۹۔ العصر الاسلامی وادنیہ، ۲/۴۴۹، مکتبۃ المحتفیانہ پشاور،
- ۱۰۰۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، بیان غلط حریم قتل الانسان نعمة، ۱/۷۲، قدیمی کتب خانہ کراچی،
- ۱۰۱۔ فتح المومنین، ۱/۱۲۶، دارہ شریعت علیہ دیوبند،
- ۱۰۲۔ فتاویٰ شامی، ۱/۶۴۳، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ،
- ۱۰۳۔ حوالہ بالا۔